سالانہ خطبہ اپریل 2015ء

زادِ راہ

محمد یعقوب توحیدی

شیخ سلسلہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت

وحید کالونی نزد کوٹ شاہاں (پیر و شہید بس سٹاپ) جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

فرمانِ الٰہی

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً
وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ

(الاعراف :آیت205)

ترجمہ

اور اپنے رب کو دل میں یاد کرو زاری
اور ڈر سے، زبان سے آواز نکالے بغیر
صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سالانہ خطبہ

اپریل 2015ء

دلِ بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

(علامہ اقبالؒ)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (14)

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (15)

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (16)

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (17)

(الاعلٰى :87)

ترجمہ

فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز پڑھی۔ مگر تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَرَحْمَۃُ اللِّلْعٰلَمِیْنَ۔ والسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

برادرانِ سلسلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مالکِ ارض وسماء کا شکر اور احسان ہے، جس نے ہمیں پورے ایک سال بعد یہاں اکٹھے ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ اللہ کی رضا کی خاطر مل بیٹھنا بڑے اجر وثواب کا موجب ہے۔ خالص دینی اور روحانی اجتماعات غنیمت ہوتے ہیں۔ اسطرح مل بیٹھنے کے مواقع بہت کم نصیب ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے پورے طور پر فائدہ اُٹھایا جائے اور سعادتیں وبرکتیں سمیٹنے کی کوشش کی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسے مواقع سے نوازتا رہے اور ارکان بھی ان سے بھرپور استفادہ کریں تو کسی بھی جماعت کے لیے ترقی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

آج کے اس مادّی اور اضطراب سے بھرپور دور میں، آپ اپنا قیمتی وقت نکال کر، گھربار اور اپنے فرائضِ منصبی کی مصروفیات کے باوجود، سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے، پیار و محبت کے جذبات کے ساتھ اس اجتماع میں شریک ہوئے ہیں۔ میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کی شرکت کو دین ودنیا میں باعثِ برکت بنادے، ہماری تمناؤں کو قوتِ عمل اور ارادوں کو توفیق کی نعمت سے نوازے اور جو بھائی کسی وجہ سے شریک نہیں ہوسکے انہیں بھی محروم نہ رکھے۔ آپ جانتے ہیں یہ نہ تو کوئی سیاسی جلسہ ہے اور نہ ہی کسی دنیاوی غرض کے لیے بلایا ہوا اجتماع ہے۔ یہ تو خالص اللہ اور اس کی رضا کے لیے

اکٹھا ہونے کا اہتمام ہے۔امید کرتا ہوں کہ آپ یہاں سے پیغامِ محبت، پیغامِ عمل، جذبہ ایمانی وتقویٰ، روحانی قوت، سلسلہ کے کام کو آگے بڑھانے کی دھن اور روحانی قدروں کے فروغ اور ترویج کے فکری سبق کے اعادہ کے ساتھ رخصت ہونگے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خوشی اور غم کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ گزشتہ سال ہمارے سلسلہ سے وابستہ چند بھائی اور کچھ کے عزیزو اقارب نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔لہٰذا آئیں! سب مل کر تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ **دُعا**

برادرانِ سلسلہ! میرے پاس آپ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ ہمارے پیش رووں نے ہماری ضرورت سے بھی زیادہ مواد کتابی شکل میں جامعیت کے ساتھ ہمارے پاس چھوڑا ہے۔جس سے ہر ایک بھرپور طور پر مستفیض ہوسکتا ہے۔شرط صرف اس پر عمل کرنے کی ہے۔اس کے علاوہ اسی اجتماع میں ہمارے بھائیوں نے اپنے اپنے مقالہ جات میں جو کچھ پیش کیا ہے وہ بھی ہماری رہنمائی کے لیے بہت مفید ہے۔ میں نے تو محض ایک تذکیر کے طور پر چند گزارشات کرنی ہیں:

■

انسان،نسیان سے ہے یعنی اس کی سرشت میں ہے کہ بہت جلد بھول جاتا ہے۔ اس لیے اپنے مقاصد حیات اوران کے حصول کے ذرائع کا تذکرہ بار بار ہونا چاہیے تا کہ یہ ہروقت ذہن میں تازہ رہیں۔آپ جانتے ہیں کہ ہمارا حلقہ خالص اللہ تعالٰی کے قرب ولقاء اور دیدار کی خاطر وجود میں آیا ہے۔اس مقصد کو حاصل کرنے کا تمام پرتاثیر اور سہل العمل نصاب بانیٔ سلسلہؒ ہمارے لیے مرتب فرما گئے ہیں۔اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم محنت کر کے اس عظیم نعمت کو حاصل کرتے ہیں یا اپنی لاپرواہی اور بے عملی کی وجہ سے محروم رہتے ہیں۔

تزکیہ

راہِ سلوک میں تزکیہ نفس اور تعلق باللہ کو زادِراہ کی حیثیت حاصل ہے ۔ جو سالک ظاہری اور باطنی طور پر جتنا پاکیزہ اور لطیف ہوگا، اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک ہوتا جائے گا۔ **تزکیہ** سے مراد باطن کی طہارت ہے۔اخلاق کا بھی **تزکیہ** کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے، تزکیہ نفوس کو آپ ﷺ کا فرض منصبی قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ (البقرة 2:151)

ترجمہ : جیسا کہ ہم نے تمہیں میں سے ایک رسول ﷺ بھیجے ہیں جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے اور تمہارا تزکیہ کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسی باتیں سکھاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔''

ایک اور جگہ مومنین پر احسان جتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَقَدْ مَنَّ اللّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ (آل عمران3:164)

ترجمہ : تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا کہ ان کی طرف، انہیں میں سے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا، جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے"۔

قرآن کریم نے تزکیہ (باطنی پاکیزگی) کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اسے پیغمبرﷺ کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ تزکیہ کے ذریعے انسان کی روح اسفل سے افضل کی طرف سفر کرتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب کی منازل طے کرتی ہے۔

ظاہر و باطن کا یہ تزکیہ ہی ہمیں اپنے بنیادی مقصد، رؤیت باری تعالیٰ کے حصول کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ آپﷺ کے پاس تشریف لائے اور ایمان و اسلام کی بابت پوچھنے کے بعد پوچھا یا رسول اللہﷺ احسان کیا ہے؟ آپﷺ نے جواب دیا:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ۔

ترجمہ: اللہ کی بندگی ایسے کرو جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے"

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ اس حدیث کی وضاحت اس طرح فرماتے کہ:
"بعض لوگ تَعْبُدَاللّٰهَ سے مراد نماز لیتے ہیں کہ نماز ایسے پڑھو جیسے اسے (اللہ کو) دیکھ رہے ہو جبکہ عبادت صرف نماز تک محدود نہیں بلکہ پوری زندگی پر محیط ہے اس لیے اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ساری زندگی ایسے گزارو جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اس کی معیت میں ہو۔"
مذکورہ حدیث میں بیان کردہ یہ درجہ احسان دراصل تصوف، علم الاخلاق یا تزکیہ باطن کا ہی دوسرا نام ہے۔ آپﷺ کے زمانہ اقدس میں تو تزکیہ اور درجہ احسان صرف آپﷺ کی صحبت سے ہی میسر آجاتا تھا اور دل میں ایمانِ کامل پیدا ہو جاتا تھا۔ آج ہزار کوششوں کے باوجود اس کا صرف عشر عشیر ہی پیدا ہو پاتا ہے۔ مگر ہم اس حوالے سے خوش قسمت ہیں کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے منسلک ہیں۔ سلسلہ توحیدیہ میں جاری روحانی فیض اور تعلیمات کی سادگی

- -

اور تاثیر کی وجہ سے آج بھی سالک کے لیے درجہ احسان کو پانا آسان تر ہو جاتا ہے۔ قرآن میں بیان کردہ تزکیہ کا میدان بڑا ہی وسیع ہے اور اس کو حاصل کرنے کی جدوجہد مرتے دم تک جاری رہتی ہے۔ سُوْرَۃُ الشَّمْس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (7) فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8) قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا (10)

ترجمہ: نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے سنوارا پھر اس پر تقویٰ و پرہیز گاری اور فسق و فجور الہام کر دیا۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ (نفس) کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو خاک میں ملا دیا"۔

نفس سے مراد انسانی جسم ہے یا اسکی اندرونی خواہشات بہرحال جب مطلق نفس کہا جائے تو اس سے مراد پوری انسانی شخصیت ہی لی جائیگی۔ جب میں اپنے توحیدی بھائیوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ ہمارا اخلاقی معیار معاشرے سے بہت بلند ہے۔ ہمارے بہت سے بھائی سلسلہ کی تعلیمات پر پوری یکسوئی سے عمل کر رہے ہیں، تعلیم کے اثرات انکی زندگی کے ہر گوشے پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ ہمارے سلسلے کی بنیادی تعلیم روحانی فیض کے ذریعے انسانی قلب کی اصلاح ہے۔

انسانی شخصیت بنیادی طور سے دو چیزوں کا مرکب ہے ایک روح دوسرا جسم، جو روح کے تابع ہے۔ روح اصلاً لطیف ہے اور اسے اَمرِ ربّی سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا روح کثافت اور برائی سے پاک ہے، البتہ جسم کی کثافت اور برائی روح پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح جسم تین چیزوں سے عبارت ہے۔

---

۱) قلب ۲) عقل ۳) جوارح

تزکیہ قلب بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔جب انسان کا دل ٹھیک ہوجاتا ہے تو پوری انسانی شخصیت درست ہوجاتی ہے۔جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"انسانی جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوجائے تو پورا جسم درست ہوجاتا ہے اور جب وہ خراب ہوجائے تو پورا جسم خراب ہوجاتا ہے اور جان لو کہ وہ دل ہے"۔

قلب مختلف جذبات کا مرکز ہے اس کے اندر محبت،خوف،رجا،رشک،بغض اورنفرت جیسے جذبات جنم لیتے رہتے ہیں۔تزکیہ قلب یہ ہے کہ انسان کے اندر مختلف قسم کے جذبات جو مختلف اوقات میں پیدا ہوتے ہیں ان کا بغور جائزہ لیتا رہے کہ دل میں محبت کی کیفیت کیا ہے؟ کیا اللہ اور رسول ﷺ کی محبت غالب ہے یا دنیا کی! جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے:

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (التوبة 24:9)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے اگر تمہیں تمہارے باپ،تمہارے بیٹے،تمہارے بھائی،تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے گھر جو تم کو پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

دوسری چیز عقل کا تزکیہ ہے۔ عقل انسانی فکر کا مسکن ہے ۔یہ سوچ سمجھ اور غور وفکر کا ذریعہ ہے ۔یہی انسانیت کے لیے وجہ شرف ہے ۔عقل ہی سے انسان مختلف نظریات کو پرکھتا ہے ۔یہیں عقائد ونظریات رہتے ہیں ۔اسی سے انسان خیر وشر، نیک وبد کا فرق محسوس کرتا ہے ۔ہر دور میں شیطان سب سے پہلے انسانی عقل پر حملہ آور ہوتا ہے ۔اس لیے کہ شیطان خود عقل کے فریب میں مبتلا ہو کر مردود ٹھہر چکا ہے۔ شیطان مسلمہ عقائد کو مشکوک بنانے کے لیے وسوسہ اندازی کرتا ہے اور شیطان کے ساتھی ، پرنٹ والیکٹرانک میڈیا، مشنری ادارے وغیرہ سب ملکر مسلمانوں کی فکر کو پراگندہ کرنے کے لیے برسر پیکار ہیں ۔ اس لیے تزکیہ عقل کا پہلا مرحلہ اُن غیر اسلامی افکار ونظریات کی تشخیص ہے جو عقل میں جڑ پکڑ چکے ہیں یا جن کو شیطان اپنے آلہ کاروں کے ذریعے پوری قوت سے پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے ۔اب ہم نے اپنے نیک عمل سے ان سب کا بطلان کر کے صحیح عملی راہ اپنانی ہے ۔ایسی راہ جو ہمیں صحیح راستے پر گامزن کر سکے ۔اور دوسرے مرحلے کے طور پر ہمیں پوری تندہی اور جوش کے ساتھ سلسلے کی تعلیم کو حرزِ جاں بنانا ہوگا اور آفاق وانفس میں موجود اللہ کی آیات پر تفکر وتدبر کے ذریعے عقل سلیم کو جلا بخشنی ہوگی ۔اسی سے تزکیہ عقل ممکن ہوگا۔

تیسری چیز تزکیہ جوارح ہے۔ جسم کی ظاہری حالت ہاتھ پاؤں، آنکھیں ،کان اور زبان سب مسئول ہیں ۔ان سے صادر شدہ اعمال کی بابت سوال کیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: **اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُون** (یٰسین 65:36)

ترجمہ: " آج کے دن تمہارے منہ پر مہر لگا دی جائیگی اور تمہارے ہاتھ باتیں کریں گے اور تمہارے پاؤں ان کاموں کی شہادت دیں گے جو تم نے زندگی میں کیے ہیں ."

اس لیے ان تمام اعضاء پر بھی نظر رکھنی پڑے گی کہ ان میں سے کسی سے بھی خلافِ حق، کوئی بات صادر نہ ہو۔قرآن پاک میں دومرتبہ حضورﷺ کو ایسی محافل میں بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے جہاں اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا جا رہا ہو۔یعنی ایسی بات سننا بھی اللہ کو گوارا نہیں۔یہی مطالبہ اللہ تعالیٰ بندۂ مومن سے بھی کرتے ہیں۔قرآن پاک میں مومنین کی صفت کے طور پر آیا ہے۔

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَاماً (الفرقان 72:25)

ترجمہ: اور جب وہ (مومن) بے ہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (المومنون 23 :3)

ترجمہ: اور وہ (مومن) بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

تزکیہ میں ماحول اہم کردار ادا کرتا ہے۔کیونکہ انسان اپنے اردگرد کے ماحول سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ماحول ہی انسان کے بنانے اور بگاڑنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔اس ضمن میں گھر کا ماحول سرفہرست ہے چنانچہ گھر کا ماحول درست رکھنا گھر کے سربراہ کی ذمہ داری ہے۔بچوں کی تعلیم وتربیت، قرآن فہمی کے لیے رغبت، نمازوں کی حفاظت، حلال وحرام کی تمیز، گھر میں آنے والے لٹریچر اور ٹی وی وغیرہ سب کی نگرانی بہت ضروری ہے۔بچہ اپنے ہی گھر سے سادگی، قناعت اور توکل کا سبق سیکھتا ہے۔اسی لیے میں آپ سب بھائیوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ اپنے گھر کا ماحول ایسا بنائیں کہ آپ کی اولاد بھی آپ کے نقش قدم پر چل کر سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو۔اس سے سلسلہ کی ترویج واشاعت میں بھی مدد ملے گی اور آپ اپنی اولاد کے مستقبل کے بارے میں مطمئن ہو جائیں گے۔

گھر کے ماحول کے بعد عزیز و اقارب کا نمبر آتا ہے۔حضور ﷺ کو بھی سب سے پہلے اپنے اقرباء کو تعلیم پہنچانے کی ہدایت کی گئی تھی۔قرآن کریم میں آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (الشعراء 26 :214)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم 6:66)

ترجمہ: اے اہل ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔"

برادران کرام! قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ تزکیہ کیلئے مزید ذرائع بیان فرماتے ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ (14) وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ (15) بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (16) وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (17) (الاعلیٰ :87)

ترجمہ: "فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے ربّ کے نام کا ذکر کیا پھر نماز پڑھی۔مگر تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے"۔

ان آیات میں وہ ذرائع بیان کیے گئے ہیں جن سے تزکیہ کی منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔یعنی ذکر اور نماز۔اس کے علاوہ تزکیہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یعنی دنیا پرستی کا ذکر کیا گیا ہے اور حقیقی کامیابی کا تصور اجاگر کیا گیا ہے۔ذکر سے مراد وہی ذکر ہے جو ہمیں سلسلے کی تعلیم میں بتایا گیا ہے۔اور یہی ذکر (اللہ کی یاد) تزکیہ کی بنیاد بنے گا۔آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کا مفہوم ہے۔''ہر چیز کی صفائی کے لیے ایک صیقل ہے اور دلوں کی صفائی کے لیے اللہ کا ذکر ہے''۔نماز ذکر کی مکمل ترین شکل ہے۔بندہ عملی طور پر کبھی ہاتھ باندھ کر اور کبھی رکوع و سجود میں سر جھکا کر بندگی کا اظہار کرتا ہے۔قرآن میں ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ (العنکبوت 45:29)

ترجمہ: "بے شک نماز انسان کو فحش اور برے کاموں سے بچاتی ہے"۔اور ذکر کو حضور ﷺ نے قلعے سے تشبیہ دی ہے، جس سے انسان خود کو شیطان سے محفوظ رکھ سکتا ہے اس طرح نتائج کے اعتبار سے ذکر و نماز تقریباً یکساں ہیں۔

تزکیہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جو تزکیہ کرنے والوں کو پیش آتی ہے، دنیا کی ہوس ہے۔اس کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جا بجا کیا ہے:

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ (20) وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ (القيامة75 :20,20)

ترجمہ: ہرگز نہیں بلکہ اصل میں تم لوگ جلدی میں حاصل ہونے والی چیز یعنی دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو"۔

یہاں یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ دنیا کا حصول بجائے خود معیوب بات نہیں بلکہ جس چیز سے منع کیا جا رہا ہے وہ دنیا کی محبت ہے۔اسی لیے بانیٔ سلسلہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے فرمایا ''**خوب کماؤ، خوب کھاؤ، مگر خوب اللہ اللہ بھی کرو**''

قرآن کریم کا مطالعہ کیا جائے تو کم از کم ایک تہائی قرآن آخرت کے ذکر پر مشتمل ہے۔ گویا جب تک یہ عقیدہ بندہ مومن کے قلب و ذہن میں اچھی طرح راسخ نہ ہو جائے ،اس کے لیے دین کی راہ پر چلنا دشوار ہے اور دین کا مطالبہ پورا کرنا بھی مشکل ہے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن پاک یوں اشارہ کرتا ہے۔

وَاسْتَعِينُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلاَّ عَلَى الْخَاشِعِينَ (45) **الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلاَقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** (البقرة 2 : 45,46)

ترجمہ: "صبر اور نماز سے مدد لو۔ بے شک یہ مشکل کام ہیں مگر ان ڈرنے والوں کے لیے مشکل نہیں جو سمجھتے ہیں کہ آخر کار انہیں اپنے ربّ سے ملنا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے"۔

المیہ یہ ہے کہ بعض اوقات دیندار افراد بھی اس عقیدے پر راسخ نہ ہونے کی وجہ سے غلطی کر بیٹھتے ہیں اور اپنی کوششوں کا محور، اللہ کی خوشنودی اور آخرت کی کامیابی کی بجائے، کم تر دنیاوی مفاد کو بنا بیٹھتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم کی تلاوت اور اوراد و وظائف، اللہ کی رضا کی بجائے دنیاوی کامیابی کے لیے کرنا۔ اللہ والوں سے ملاقات بجائے اللہ اللہ سیکھنے کے، اس لیے کرنا کہ ہمارے مسائل حل ہو جائیں، بیماریاں دور ہو جائیں یا ہم مقدمے جیت جائیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيراً (الاحزاب (33 :21)

ترجمہ: تحقیق تمہارے لیے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے یعنی اس شخص کے لیے جسے اللہ سے ملنے اور روز قیامت کے آنے کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔" اس آیت سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ عقیدہ آخرت اسی شخص کے ذہن میں راسخ ہو گا جو کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والا ہو۔ سلسلہ توحیدیہ سے منسلک بھائی یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ کی یاد، اللہ سے محبت کا سبب بنتی ہے اور اللہ کی محبت تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لیے عقیدہ آخرت کو ذہن میں راسخ کرنے کے لیے علیحدہ سے تردد نہیں کرنا پڑتا بلکہ اللہ کے ذکر کے ذریعے ہی یہ تصور ذہن میں راسخ ہو جاتا ہے۔

فلاح کا تصور

تزکیہ کا یہ عمل اسی وقت جاری رہ سکتا ہے جب انسان کی نظر میں فلاح کا تصور واضح ہو، فلاح کا تصور ہر انسان کے ذہن میں مختلف ہوتا ہے مثلاً کسی کی نگاہ میں دو وقت کی روٹی کا میسر ہونا ہی فلاح ہے، تو کسی کے لیے دنیاوی تعیشات کا حصول، کسی کے لیے

شہرت اور ناموری اور کسی کے نزدیک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ہی فلاح ہے،ہم قرآن کریم پر نظر ڈالیں تو قرآن اپنا فارمولا بتاتا ہے۔

فَمَن زُحزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدخِلَ الجَنَّةَ فَقَد فَازَ (آل عمران 3:185)

ترجمہ: کامیاب دراصل وہ انسان ہے جو دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہوجائے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ (196) **مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ** (197) (آل عمران 3: 196,197)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! آپ کو دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت کسی دھوکہ میں نہ ڈال دے، یہ چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے۔جو بدترین جائے قرار ہے"۔

برادران گرامی! آپ کو ہر لحہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ دوزخ سے نجات اور جنت کا حصول بہت بڑی کامیابی ہے مگر جس راستے کا ہم نے انتخاب کیا ہے وہ عزیمت کا راستہ ہے۔سلسلہ توحیدیہ میں ہم اللہ کی ذات کے قرب و لقاء اور دیدار کی خواہش کے ساتھ داخل ہوئے ہیں۔ہماری سلسلہ سے وابستگی اسی خواہش کے ساتھ ہے۔ ہمارا مقصود و مطلوب اللہ کی ذات ہے۔اور ہم قرآن ہی کے بتائے ہوئے **"السابقون"** یعنی نیکیوں میں سبقت لینے والے گروہ میں شمولیت کے متمنی ہیں۔

تعلق باللہ

عقیدے میں ایمان باللہ مقدم ہے، عبادت میں اللہ سے دل کا لگاؤ مقدم ہے، اخلاق میں اللہ کی خشیت کے ساتھ تواضع اور نرم خوئی مقدم ہے۔ معاملات میں اللہ کی رضا کی طلب مقدم ہے۔ یہاں تک کہ ہماری ساری زندگی کی درستی کے لیے رضائے الٰہی کی غرض ہر دوسری غرض پر مقدم ہے۔ ہم توحیدی بھائیوں کے لیے تعلق باللہ کا حصول بدرجہ کمال ہونا ضروری ہے کیونکہ ہماری غرض و غایت ہی اللہ ہے۔ اگر خدانخواستہ تعلق باللہ میں کمزوری آ گئی تو ہماری اجتماعیت ختم ہو جائے گی۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ ایک آدمی جو کام کرنے کے لیے اٹھتا ہے خواہ وہ دنیا کا ہو یا آخرت کا، اس کی اصل محرک وہ غرض ہوتی ہے جس کی خاطر وہ کام کرنے کے لیے اٹھا ہے۔ اس میں تحریک اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس غرض کے ساتھ آدمی کی دلچسپی گہری ہو۔ نفس کا بندہ خود غرضی کے بغیر نفس پرستی نہیں کر سکتا، اور نفسانی خواہشات کے حصول کے لیے دیوانہ ہوا پھرتا ہے۔ اولاد کے لیے کام کرنے والا اولاد کی محبت میں دیوانہ ہو جاتا ہے، وہ اپنا عیش و آرام اولاد پر قربان کر دیتا ہے یہاں تک کہ اپنی دنیا تو کیا، عاقبت کو بھی خطرے میں ڈال لیتا ہے کہ اس کے بچے خوشحالی اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں۔ قوم و ملک کے لیے کام کرنے والا اس کے عشق میں گرفتار ہوتا ہے، وہ قوم و ملک کی آزادی، حفاظت اور برتری کی فکر میں مالی نقصان اٹھاتا ہے، قید و بند کی سختیاں برداشت کرتا ہے، حتیٰ کہ جان تک قربان کر دیتا ہے۔ اب سوچیں، ہم یہ کام نہ اپنے نفس کے لیے کر رہے ہیں، نہ اپنی اولاد کے لیے، نہ ملک کے لیے کر رہے ہیں نہ کسی دوسری غرض کے لیے۔ بلکہ ہمارے پیش نظر صرف اللہ ہی ہے اور ہم اللہ ہی کی جستجو کیلئے سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں۔ جب تک اللہ سے ہمارا تعلق گہرا اور مضبوط نہ ہو گا تو اللہ ہمیں کیسے مل سکتا ہے

- -

ہماری جستجو میں سرگرمی آسکتی ہے تو اس وقت جب ہماری ساری رغبتیں خالص اللہ پر مرکوز ہو جائیں۔ ہمیں اس طرح نہیں سوچنا چاہیے کہ اللہ کے لیے بھی کام کریں بلکہ ہمیں ہر کام اللہ ہی کے لیے کرنا چاہیے۔

میں اکثر بھائیوں سے کہتا رہتا ہوں کہ اللہ ایک ہے وہ ہمیشہ نمبر ایک پر رہنا چاہتا ہے اگر ہم اپنی ترجیحی لسٹ میں اللہ کو نمبر ایک دینے کی بجائے کسی بھی دوسرے نمبر پر رکھیں گے تو یاد رکھیں ہمیں اللہ کبھی نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ اللہ کو ہماری ضرورت نہیں ۔ہمیں اللہ کی بہرحال ضرورت ہے۔ ہاں اللہ کو اگر ہم نمبر ایک دے دیں گے تو اللہ کی مدد ضرور ہمارے شامل حال ہوگی اور ہمارے لیے آسانیاں پیدا ہوں گی۔

بعض بھائی یہ سمجھ نہیں پا رہے کہ "تعلق باللہ" سے مراد کیا ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ ہم کس طرح معلوم کریں کہ ہمارا کس حد تک اللہ سے تعلق ہے؟ ایسے سوالات کا واضح جواب نہ ملنے کی صورت میں اکثر پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس لیے میں تعلق باللہ کی وضاحت قرآن کی روشنی میں کرتا ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔(الانعام 6 : 162)

ترجمہ: کہہ دیجیے میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا، میرا مرنا، سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے۔"

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاء (البینۃ 98:5)

ترجمہ: "اوران کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے، یکسو ہو کر اللہ کی بندگی کریں"۔

حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے بھی یہی پتہ چلتا ہے۔

خَشْيَةُاللّٰه فِيْ الْسِرِّ وَالعَلَانِيَة۔

ترجمہ: (کھلے چھپے یعنی ہر کام میں اللہ کا خوف محسوس کرنا۔)

ایک اور جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

ان تکون بما في يدی اللّٰه او ثق بما في يديک

(اپنے ذرائع ووسائل کی نسبت تیرا بھروسہ اللہ کی قدرت پر زیادہ ہو)

مذکورہ بالا آیات واحادیث مبارکہ سے تعلق باللہ کا مفہوم واضح ہے۔ہم جو کریں اور جو کہیں، سب اللہ ہی کے لیے ہو۔جب یہ محبت بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جائے کہ آدمی کی محبت ودشمنی اور اس کا ہر معاملہ اللہ ہی کی خاطر ہو اور نفسانی رغبت ونفرت کی لاگ اس کے ساتھ نہ لگی رہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس نے تعلق باللہ کی تکمیل کرلی۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے۔

مَنْ احب لِلّٰه وَالْبُغْضُ لِلّٰه و اعطيٰ للّٰه و منع للّٰه فقد استكمل الايمان

(جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ ہی کی خاطر دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے روک لیا، تو اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا)

آپ نے کبھی سوچا کہ آپ ہر روز رات کو وتر کی نماز میں دُعائے قنوت پڑھتے ہیں اور سونے سے پہلے اللہ سے وعدہ کرتے ہیں اور کچھ مانگتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤمِنُ بِکَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَيْکَ وَنُثْنِىْ عَلَيْکَ الْخَيْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکَ مَنْ يَّفْجُرُکَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَ اِلَيْکَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَ نَخْشٰى عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ٥

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں، تجھ سے معافی چاہتے ہیں، تجھ پر ایمان لاتے ہیں، تجھ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں، اور سب اچھی تعریفیں تیرے ہی لیے مخصوص کرتے ہیں اور ہم تیرے شکر گزار ہیں، اور کفرانِ نعمت کرنے والے نہیں ہیں۔ ہم ہر اس شخص کو چھوڑ دیں گے جو تیری نافرمانی کرے، خدایا ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں تیرے لیے ہی نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور ہماری ساری دوڑ دھوپ تیری طرف ہی ہے۔ ہم سب تیری رحمت کے اُمیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً تیرا عذاب سخت ہے اوران لوگوں کو پہنچنے والا ہے جو کافر ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی ایک دعا جو اسی سے ملتی جلتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْکَ اَنَبْتُ وَ بِکَ خَاصِمْتُ اَلَیْکَ حاکمت

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیرا ہی مطیع فرمان ہوا اور تجھ ہی پر ایمان لایا اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا۔ اور تیری ہی خاطر لڑا اور تیرے حضور ہی اپنا مقدمہ لایا"

ہمارے اعمال اگر اس کے مطابق ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ الحمدللہ ہمارا تعلق باللہ صحیح بڑھ رہا ہے۔

برادران کرام! اب تعلق باللہ کو بڑھانے کے متعلق چند عملی ہدایات سماعت فرمائیں۔ سب سے پہلے فرض نماز ہے اس کی افادیت سے کسے انکار ہوسکتا ہے۔ کیونکہ 24 گھنٹوں میں پانچ مرتبہ نماز کے لیے وقت نکالنا ضروری ہے۔ اگر ہم فرض نماز ہی باقاعدہ پانچ وقت باجماعت ادا کرلیں تو نمازوں کے درمیانی وقفہ میں معمولی توجہ سے ہی اللہ کو یاد رکھنا آسان ہوجائے گا۔ اس لیے فرض نمازیں کسی حالت میں بھی قضا نہ کریں

اور ذکر سے حاصل ہونے والے سرور و کیف کی وجہ سے نماز کی ادائیگی میں کوتاہی نہ آنے دیں۔ بابا جان قبلہ انصاری صاحب ؒ نے واضح طور پر یہ بتا دیا ہے کہ جو لوگ نماز اور دیگر عبادات کے پابند رہتے ہیں اور اخلاق کا تزکیہ کر لیتے ہیں تو ضرور ملکوت تک پہنچ جاتے ہیں اور دنیا میں معاشی طور پر بھی خوشحال رہتے ہیں۔ اس ضمن میں نوافل کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ خصوصاً تہجد کے نوافل اور ان کو انتہائی اطمینان و یکسوئی کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ تعداد کی بجائے معیار، خشوع و خضوع مدنظر رہے۔

اسی طرح روزہ ہے۔ جو اللہ نے فرض ہی اسی لیے کیا ہے کہ ہم متقی بن جائیں۔ اس ضمن میں صرف فرض ہی نہیں بلکہ کبھی کبھی نفلی روزوں کا بھی اہتمام کیا جا سکتا ہے مثلاً ہر ماہ تین روزے رکھ لیے جائیں۔ یہ مشق نفس کی اصلاح اور تعلق باللہ کے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوتی ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت کو ضرور اپنے معمولات کا حصہ بنائیں اور اس طرح پڑھیں جس طرح قبلہ انصاری صاحبؒ نے ہدایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ''تلاوت صبح، ظہر یا عصر کے بعد کرنی چاہیے۔ تلاوت اس طرح کرو کہ پہلے قرآن کریم کا ایک رکوع بلند آواز اور خوش الحانی سے پڑھو اور پڑھنے میں یہ خیال کرو کہ یہ خدا کا کلام ہے، وہی اس کو پڑھ رہا ہے اور میں سن رہا ہوں۔ رکوع ختم کرنے کے بعد اس کا ترجمہ پڑھو اور جو چیز تمہاری دلچسپی کی ہو یا تم یاد رکھنا چاہو اس کو ایک نوٹ بک میں لکھ لیا کرو۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 25)

تعلق باللہ بڑھانے کا چوتھا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے اس سلسلے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ حکم ''مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ'' کا ہے جس میں اصل چیز مال کی مقدار نہیں ہے

بلکہ وہ خلوص اور جذبہ ہے جو انفاق فی سبیل اللہ کے پیچھے کارفرما ہوتا ہے۔اس لیے غریب مومن کا ایک پیسہ جو اس نے اپنا پیٹ کاٹ کر خدا کی راہ میں خلوص کے ساتھ دیا ہے وہ اس امیر آدمی کے ایک ہزار روپے سے افضل ہے جو اس نے محض اپنی عیاشی میں کسی قدر کمی کر کے قربان کیا ہے۔انسان اپنا مال وہاں خرچ کرتا ہے جہاں اسے محبت ہوتی ہے۔ مال و دولت کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اس لیے یہ نہ صرف آپ کے روحانی درجات کی بلندی کا سبب ہے بلکہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ دولت سے بڑھ کر آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔

احادیث مبارکہ اور سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ ہماری نظریاتی اور عملی تربیت کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس پوری انسانیت کے لیے اور خصوصاً مسلمانوں کے لیے ایک بہترین اور ہر دور کے لیے قابل عمل نمونہ ہے۔ ہر توحیدی بھائی نہ صرف سیرت کا مطالعہ اپنے اوپر لازم کر لے بلکہ اپنی پوری زندگی کو آپ ﷺ کے اسوہ کے مطابق ڈھالنے کی بھرپور کوشش کرے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اس کے علاوہ قبلہ انصاری صاحبؒ کی کتب اور قبلہ ڈار صاحبؒ کے خطبات کا مطالعہ کریں اور معلوم کریں کہ اللہ سے آپ کو کیا نسبت ہے۔مثلاً آپ کو ایک نسبت اللہ سے یہ ہے کہ آپ عبد ہیں اور وہ معبود ہے۔دوسری آپ زمین پر اللہ کی طرف سے خلافت کے منصب پر فائز ہیں اور اس حیثیت سے اللہ نے اپنی بے شمار نعمتیں آپ کو عطا کر رکھی ہیں۔ آپ ایمان لا کر اس کے ساتھ ایک معاہدہ بیع کر چکے ہیں جس کے مطابق آپ نے اپنے

جان و مال جنت کے بدلے اللہ کو بیچ دیئے ہیں ۔ایک نسبت یہ ہے کہ آپ اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں اور وہاں آپ کا حساب صرف ظاہری اعمال کا نہیں بلکہ باطن کا بھی ہوگا، آپ کی تمام حرکات وسکنات بھی ریکارڈ ہو رہی ہیں ، جن کا آپ نے حساب دینا ہے۔ غرض یہ اوراس طرح کی بے شمار نسبتیں ہیں جو آپ کے اور اللہ کے درمیان موجود ہیں بس انہیں نسبتوں کو سمجھنے، یاد رکھنے اوران کے تقاضے پورے کرنے سے آپ کا تعلق باللہ بڑھتا رہے گا۔

تعلق باللہ قائم رکھنے کیلئے فکر اور سوچ کے ساتھ عمل کرنا بھی ضروری ہے ۔ بے عملی سے یہ نسبت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی ۔عمل یہ ہے کہ جن کاموں کو کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے وہ دلی رغبت اور شوق کے ساتھ صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کرتے رہیں اس میں کسی قسم کی نمائش یا دنیاوی فائدہ مدنظر نہ ہو۔اس میں اپنی ذاتی بڑائی کا شائبہ تک نہ ہو اسی طرح جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے وہ نہ کریں اور ایسے کاموں سے دل سے کراہت کریں ۔یہی کوشش انشاءاللہ آپ کو اپنے اللہ سے ملا دے گی ۔

لیکن میں یہ واضح کر دوں کہ یہ طرز عمل اختیار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ یہ ایک دشوار گزار گھاٹی ہے جس سے گزرنے کے لیے بڑی طاقت، تدبیر اور استقامت کی ضرورت ہے ۔میں آپ کو ہدایت کرتا ہوں کہ سلسلہ کی تعلیم پر پوری دل جمعی سے عمل پیرا ہو جائیں ۔ہماری تعلیم میں پاس انفاس بہترین ذکر ہے ۔ہماری جو کیفیت پاس انفاس کے دوران ہوتی ہے وہی پوری طرح سے ہماری تمام عبادات ومعمولاتِ زندگی میں غالب ذہنی چاہیے ۔یہی اس ذکر کا مقصود ہے۔یہ ہے تعلق باللہ ماپنے اور بڑھانے کا سیدھا سادہ سا طریقہ، جو قرآن وسنت اور قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیمات کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اسی سے ملتا جلتا ایک اور سوال، جو بھائی مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہمارا سلوک کیسا چل رہا ہے؟

ترقی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں سب کو یہی بتاتا ہوں کہ آپ خود اپنے محاسب ہیں اور انصاری صاحبؒ نے بھی یہی طریقہ بتایا ہے کہ آپ اپنے اخلاق پر تنقیدی نگاہ ڈالیں۔ اگر آپ کا جواب مثبت ہے یعنی آپ کا اخلاق بہتر ہو رہا ہے تو سمجھ جائیں کہ ترقی کر رہے ہیں اور اگر جواب خدانخواستہ نفی میں ہے تو خوب سمجھ لیں کہ ترقی نہیں ہو رہی۔ آپ کو یہ سب معلوم کرنے کے لیے کسی بشارت، مراقبے اور کشف و کرامات کے ظہور وغیرہ کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے قلب پر نظر رکھیں اور اپنی زندگی کے مساعی کا جائزہ لیں اپنا احتساب خود کریں اور دیکھیں کہ ایمان لاکر اللہ سے بیع کا جو معاہدہ آپ کر چکے ہیں اسے آپ کہاں تک نباہ رہے ہیں؟ اللہ کی امانتوں یعنی جان و مال دونوں کا تصرف آپ اس کی مرضی سے کرتے ہیں یا نہیں۔ آپ کی محنتوں، صلاحیتوں اور اموال کا کتنا حصہ اللہ تعالٰی کے کام میں صرف ہو رہا ہے اور کتنا دوسرے کاموں میں؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب آپ کے اپنے مفادات اور جذبات پر چوٹ پڑے تو آپ کے غصے اور بے کلی کا کیا حال ہوتا ہے؟ یہ مت بھولیں کہ شیطان ہمارے ساتھ ساتھ ہے اور اسکی پوری کوشش ہے کہ ہم راہِ راست سے بھٹک جائیں۔ جب آپ اتنے سارے اچھے کام کرنے کا تہیہ کر لیتے ہیں تو شیطان بھی اپنی ذُرّیت کو مقابلے کے لیے لے آتا ہے۔ اس صورت میں آپ کیلئے مقابلہ آسان نہیں ہوتا۔ اگر آپ نیک لوگوں یعنی اپنے بھائیوں سے میل ملاقات کا وقت نکالیں، مل کر اللہ اللہ کریں اور اللہ کی باتیں کریں تو ماحول شیطان کے مقابلے میں آپ کی مدد کرے گا۔ ہفتہ وار حلقہ ذکر اس میں بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یقین کریں کہ آپ حلقے کی تعلیم اور ان گزارشات پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالٰی کی طرف سے دی گئی یہ بشارت ہم سب کے لیے کافی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ (30) نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ (31) نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ (حم السجدہ)

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں، نہ ڈرو نہ غم کرو۔ اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم تمہارے مددگار ہیں دنیا اور آخرت کی زندگی میں، اس میں تمہارے لیے وہ کچھ ہے جس کی تم خواہش کرو۔ اور اس میں وہ ہوگا جو تم طلب کرو گے۔ یہ بخشنے والے مہربان ربّ کی طرف سے میزبانی ہے"۔

یہ مختصر گزارشات ہیں جو میں نے آپ کے لیے مفید سمجھتے ہوئے پیش کی ہیں۔ اگر سب بھائی جوش اور ولولے کے ساتھ تعلق باللہ میں اضافہ کریں گے تو یقیناً نہ صرف اپنے محبوب کی نظروں میں پیار کرنے والوں میں شمار ہوں گے بلکہ اپنے اخلاق کا تزکیہ کر کے دنیا میں بھی قابل عزت و احترام بن جائیں گے۔

بانی سلسلہ قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ نے بھی تزکیہ اخلاق پر بہت زور دیا ہے۔ آپؒ کے مطابق ہمارے زوال کی اصل وجہ ہی ہماری اخلاقی پستی ہے۔

تعمیر ملت میں سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے جس سے اخلاق سدھارنے میں مدد ملے گی۔

''اگر چہ اللہ تعالیٰ نے انتقام اور قصاص لینے کا حکم دیا ہے، لیکن اس کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ تم خود قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لو۔ جس نے تمہارا دانت توڑا، اس کا دانت توڑ دو، جس نے تمہاری آنکھ پھوڑی، اس کی آنکھ پھوڑ دو، جس نے تمہارے کسی رشتہ دار کو قتل کیا، اس کو قتل کر دو

اگر ایسا ہونے لگے تو قوم و ملک کا سارا امن وانتظام دو دن میں درہم برہم ہو کر رہ جائے اور وہ فساد پھیلے کہ خود قوم کا نام ونشان باقی نہ رہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہﷺ نے یہ کام قاضیوں یعنی ججوں اور مجسٹریٹوں کے سپرد کیا ہے کہ وہ مظلوموں کی دادرسی کر کے مجرموں کو سزا دیں ۔اکثر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس قسم کے قصوروں کا نہیں تو کم از کم چھوٹی موٹی باتوں کا بدلہ تو ہم خود لے سکتے ہیں ،مگر یہ خیال بھی غلط ہے۔ہم پوچھتے ہیں اگر تم کو کوئی گالی دیتا یا تمہارا کچھ مال چرا لیتا ہے تو کیا جواب میں تم بھی اس کو گالی دو گے یا اس کا مال چرا لو گے۔اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی اسی جرم اور گناہ کے مرتکب ہو گے جو اس نے کیا ہے۔اور اسی سزا کے مستحق ٹھہرو گے جس کا مستحق وہ ہے۔اگر اس طرح برائی اور گناہ کو جائز قرار دیا جائے تو نیکی کا نام بھی نہیں رہے گا۔مسلمانوں کی قومی تباہی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ برائی کے بدلے برائی کو جائز سمجھتے ہیں ۔ان کو یہ تو یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جان کے بدلے جان ،آنکھ کے بدلے آنکھ،ناک کے بدلے ناک،کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے ایسے ہی زخم لگانے کو جائز قرار دیا ہے لیکن اسی آیت کا اگلا ٹکڑا ان کو یاد نہیں رہتا کہ ''اگر مظلوم معاف کر دے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو گا''۔ہم پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑی جزا اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کے گناہ معاف ہو جائیں ۔اور مرنے کے بعد اس کی سزا نہ بھگتنی پڑے۔پھر اس ٹکڑے کے بعد یہ بھی ہے کہ

''جو لوگ اللہ کی کتاب کے مطابق حکم نہ دیں وہ بے انصاف ہیں''۔(المائدہ آیت ۴۸)

آیت کے اس آخری ٹکڑے سے ثابت ہو گیا کہ تم کو خود مجرم سے جرم کا بدلہ اور قصاص لینے کا حکم نہیں ہے بلکہ یہ کام قاضیوں کا ہے جو سزا کا حکم دیں گے۔

اس کے علاوہ سورہ مؤمنون میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔ ''اے پیغمبرﷺ برائی کو بھلائی سے دفع کرو ہم خوب جانتے ہیں کہ تمہارے مخالفین تمہاری کیا صفات بیان کرتے ہیں'' کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ تمہارے منہ پر اور پیٹھ پیچھے تمہیں برا کہیں تو جواب میں نیکی سے پیش آؤ؟ پھر اس سے بھی زیادہ صاف سورۃ حٰم سجدہ میں فرماتے ہیں:

''برائی اور بھلائی برابر نہیں ہوسکتی۔ اس لیے برائی کا جواب بھلائی سے دو تا کہ تمہارا دشمن بھی تمہارا دوست بن جائے''۔ اس سے زیادہ بلند اخلاق اور کیا ہوسکتا ہے؟ تجربہ سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ ہمیشہ برائی کرتا رہے اور تم جواب میں ہمیشہ نیکی سے پیش آتے رہو تو آخر میں وہ شرمندہ ہو کر تمہارا دوست اور محبّ بن جائے گا۔ ان واضح احکام کے باوجود ہمارے افراد ہی نہیں بلکہ ملت کے بعض طبقات بھی انتقاماً قانون کو ہاتھ میں لینا مذہب کی رو سے جائز سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے سرحدی اور قبائلی پٹھانوں کو ہی لیجئے۔ ان کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کردے تو مقتول کے وارث موقع ملتے ہی قاتل کو قتل کر دیتے ہیں اور اگر اتفاق سے قاتل بچ جائے تو مقتول کی اولاد در اولاد میں سے کسی نہ کسی کو قتل کر کے دم لیتے ہیں۔ اب اس نئے قتل پر یہ ہوتا ہے کہ مقتول نمبر ۲ کی اولاد اس کے خون کا بدلہ لیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قتل و خون ریزی کا یہ سلسلہ ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے، کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ پٹھان عام طور پر ہتھیار باندھے بغیر گھر سے باہر نہیں جاتے، کوئی نہیں جانتا کہ کس وقت دشمن کا سامنا ہو جائے۔ یہ صورت حال غیر مہذب، غیر اسلامی ہے جو قومی ترقی کے لیے تباہ کن ہے۔ پٹھان اپنی کم علمی اور مذہبی جہالت کی وجہ سے اس کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں رکھتے۔ اس سے ان کی بہادری ہی نہیں، غیرت بھی رفتہ رفتہ ختم ہو رہی ہے۔ کیونکہ اس قسم کے انتقام کبھی بھی مقابلہ یا چیلنج کر کے نہیں لیے جاتے

بلکہ جب بھی موقع ملتا ہے بدلہ لینے والے بے خبری میں پیچھے سے گولی چلا کر مخالف کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی بہادری اور غیرت نہیں کہلائی جا سکتی۔ اس رسم کی وجہ سے پٹھان ہی نہیں اسلام بھی تمام دنیا میں بدنام ہو چکا ہے۔ غیر مسلم اقوام پروپیگنڈہ کرتی ہیں کہ پٹھانوں میں اس قسم کی وحشت و بربریت اسلامی تعلیم کی وجہ سے ہے۔ اس لیے قوم و مذہب کا درد رکھنے والے پٹھانوں کا فرض ہے کہ حکومت کی مدد سے اس صورت حال کو جلد از جلد ختم کر دیں اور اپنی خداداد قوتوں سے کام لے کر دوسری متمدن اقوام کے ساتھ کھڑے ہو جائیں، اور یاد رکھیں کہ انتقام کا یہ طریقہ انتہائی وحشیانہ اور گناہ کبیرہ ہے۔ جس شخص نے تمہارے باپ دادا کو قتل کیا تھا اگر وہ سزا سے بچ گیا تو تم اس کے پوتے یا بیٹے سے بدلہ نہیں لے سکتے، کیوں کہ وہ تو بے گناہ ہے۔ نہ قتل کا ذمہ دار ہے نہ خود قاتل۔"

(ماخوذ از تعمیر ملت۔ صفحہ 313-311)

اب میں پچھلے سال کے خطبے کی طرف رجوع کرتا ہوں اور آپ سب کو دعوت دیتا ہوں کہ ایک دفعہ پھر یہ اقتباسات، جو میں نے طریقت توحیدیہ یا دوسری کتب سے، اس میں دیے تھے، ان کا اعادہ کریں اور اپنے آپ سے سوال کریں کہ آپ ان پر کہاں تک عمل پیرا ہوئے ہیں؟ مثلاً قبلہ انصاری صاحبؒ نے سلوک شروع کرنے سے پہلے مقصد کی طلب اس حد تک ہونے کا کہا ہے کہ انسان کو کھانے پینے میں مزا آئے نہ نیند میں۔ ہر وقت یہ دھن سر پر سوار ہو کہ کسی طرح اپنے مقصد یعنی رویت باری تعالیٰ جو ہماری منزل و مقصود ہے، نصیب ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ طلب وہبی ہوتی ہے۔ تعمیر ملت میں طلب پیدا کرنے یا بڑھانے کا طریقہ بھی لکھا ہوا ہے۔ یعنی تصوف کی کتب پڑھنا اور بزرگوں کی محافل میں زیادہ سے زیادہ رہنا۔ آپ اپنا محاسبہ کریں کہ بیعت ہونے سے پہلے آپ اس معیار پر

پورا اترتے تھے؟ اگر نہیں تو کیا بیعت ہونے کے بعد آپ نے تعمیر ملت میں دیے گئے طریقے کے مطابق اپنی طلب بڑھانے کی کوشش کی؟ اسی طرح سلوک کے دیگر آداب پر بھی نظر ڈالیں اور خود فیصلہ کریں کہ آپ نے کس سنجیدگی سے سلوک میں قدم رکھا ہے! یا اب کتنے سنجیدہ ہیں۔ میں ایک دفعہ پھر یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ راہ سلوک کھیل نہیں ہے یہ ایک نہایت ہی کٹھن راستہ ہے۔ جس پر انسان سب کچھ بھلا کر ہی مسلسل اور پوری توجہ سے عمل کرے تو بھی کامیابی کا راستہ محض اللہ کے رحم وکرم سے ہموار ہوسکتا ہے۔ یہاں سستی چاہے کسی وجہ سے بھی ہو قابل معافی نہیں ہے۔ اس لیے آپ بھائیوں سے التماس ہے کہ اگر آپ واقعی سنجیدگی سے اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں تو پھر پورے نصاب پر تن، من، دھن سے عمل کرنے سے ہی کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے۔ نتائج اللہ کے ہاتھ میں ہیں جو ہونا ہے اس کی مرضی سے ہی ہوتا ہے۔ البتہ بقول انصاری صاحب ''فقیری کا تو ایک پیسہ بھی مل جائے تو پوری دنیا کے اسباب سے بدرجہا بہتر ہے۔'' ایک اور جگہ فرمایا '' قسمت میں ہو تو دنیا میں لقاءِ باری تعالیٰ ہو جائے گی ورنہ یہاں اللہ اللہ کرتے ہوئے مر بھی گئے تو انجام اللہ کی گود کے سوا کہیں نہیں ہوگا۔''

پیارے بھائیو! یہ دنیا چند روزہ ہے کسی کو پتہ نہیں کب بلاوا آ جائے۔ کتنے ہی بھائی پچھلے سال ہمارے ساتھ یہاں موجود تھے آج نہیں ہیں۔ کوئی پتہ نہیں آئندہ کس کس کو مالک حقیقی اپنے پاس بلالے۔ اور اسی طرح جلد یا بدیر ہم سب نے یہاں سے جانا ہے۔ لہٰذا یہ جو مہلتِ عمر ہمیں اللہ نے عنایت کی ہے اسکو ضائع کرنے کی بجائے کام میں لائیں۔ اور اللہ اللہ خوب جوش وخروش اور نہایت لگن سے کریں۔ حضور اکرم ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی سنت کو بھی نظر انداز نہ ہونے دیں کہ دین کا دارومدار اسی پر ہے۔ جو بھی وقت میسر ہو

اسے ضائع نہ کریں۔ذکر،تلاوت،درود شریف وغیرہ محبت اور دلجمعی سے کریں۔

میں یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے قول وفعل میں تضاد نہ ہونے دیں۔ حضورا کرمﷺ کی حدیث مبارکہ کامفہوم ہے کہ اگر کسی کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ نہیں تو وہ ہم میں سے نہیں ۔کتنی دردناک بات ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی محض بے خیالی میں چلتے چلتے کسی سے وعدہ کر لیتے ہیں اور پھر پورا نہیں کرتے ۔مجھے امید ہے کہ آپ میں ایسی خامیاں نہیں ہوں گی،اس لحاظ سے بہت اچھے ہیں ۔ما شاء اللّٰہ ۔

مگرانسان دوسروں سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے، اور وقتی طور پر ہی سہی،ایسی غلطی کرگزرتا ہے۔لیکن اللہ کے ہاں یہ بات ریکارڈ ہو جاتی ہے ۔لہٰذا بھول کر بھی گناہ کبیرہ کا خیال آپ کے ذہن میں نہ آئے جیسے جھوٹ، وعدہ خلافی،غیبت اور دھوکہ دہی وغیرہ۔ بس پیار کو اپنا مشن بنائیں ۔ایک دوسرے کو دیکھیں،اگر کسی بھائی میں معمولی سی خامی ہو تو بڑے پیار بھرے انداز میں اس خامی کو دور کرنے کی کوشش کریں۔یا کسی کی خوبی دیکھیں تو اسے اپنانے کی کوشش کریں۔ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہیں، پیار بڑھائیں،اور آہستہ آہستہ اس کا دائرہ کار وسیع کرتے جائیں ۔یقین جانیں آپ کی منزل قریب ہے۔

؎ ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

قبلہ انصاری صاحبؒ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ "اپنے ارادے بلند رکھیں ۔ کبھی کسی کام کے متعلق یہ نہ سوچیں کہ میں نہیں کر سکتا۔انسان کو اللہ نے لامحدود قوتیں دی ہیں اگر انسان ان قوتوں کو صحیح استعمال کرے تو کوئی کام ایسا نہیں ہے جو نہ ہو سکے ۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔" **و سخر لکم ما فی السموٰت والارض** "

"زمین وآسمان میں جو کچھ ہے تمہارے لیے مسخر کر دیا گیا ہے"۔

اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ تفکر کرے، غور کرے، محنت کرے، اور وہ سب کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اللہ نے اس کے لیے اس زمین میں پیدا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے بھی اس طرف کچھ حاصل کرنے کے لیے قدم بڑھایا وہ ناکام نہیں ہوا یہ دنیا کی ترقی اس بات کا ثبوت ہے۔مثبت سوچ اور مستحکم ارادے کا ایک اور فائدہ بھی ہے کہ ایسا انسان کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ وہ اپنے لیے کامیابی کی کوئی منزل مقرر کرتا ہے اور پھر اسکے لیے عمل شروع کردیتا ہے۔اس منزل کے بعد اس سے کٹھن منزل کی طرف قدم بڑھاتا ہے اور اسے حاصل کرنے کی دھن میں لگ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی مصروفیت میں اللہ سے جاملتا ہے۔

آپ کی منزل تو ایک ہی ہے۔اور وہ ہے بھی بہت دور۔اس لیے آپ کو اپنا ارادہ مضبوط رکھنا ہوگا اور کوشش پیہم کرنی ہوگی۔آپ کا یہی ارادہ منزل کی طرف بڑھتے ہوئے آپ کی اصلاح کا کام کرے گا۔ پہلے آپ برائیوں سے متنفر ہو جائیں گے اور اللہ کے ذکر سے آپ کی روح لطیف اور دل روشن ہو جائے گا۔آپ کی محبت عشق کی منازل میں قدم رکھنے لگے گی۔اس سے آپ کو ایسا دوام حاصل ہوگا جس کے متعلق بوعلی قلندرؒ نے کہا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر دیدہ عالم دوام ما

ترجمہ: یعنی آپ مر کر بھی نہیں مریں گے کیونکہ جس انسان کا دل عشق سے زندہ ہو جائے وہ کبھی نہیں مرتا اور یہ ایسی حقیقت ہے جو دیدہ عالم پر مہر تصدیق ثبت کر چکی ہے۔)

اس کے لیے پورے یقین اور پیار کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا پڑیگا۔ یعنی بقول بوعلی قلندرؒ

زنگ دل با صیقل لا پاک کن سینہ با تیغ محبت چاک کن

(اپنے دل کے زنگ کو ''لا'' کی ریتی سے صاف کریں اور سینے کو محبت کی تلوار سے چاک کریں)

یہی وہ محبت کا راستہ ہے جس پر چل کر آپ اپنے اللہ سے مل سکتے ہیں اور مستحکم ارادے سے اس خودی کو اتنا مضبوط کر سکتے ہیں جس کے متعلق اقبالؒ نے فرمایا:

ہو اگر خودنگر و خودگر و خودگیر خودی یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے مر نہ سکے۔

(یعنی جس انسان کی خودی بیدار ہو جائے اسے حیات جاودانی نصیب ہو جاتی ہے)

برادران سلسلہ! وقت کم ہے، کام مشکل، اور سفر لمبا۔ ایسے میں ہم پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی اصلاح کے ذریعے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنی ہے اور معاشرہ کی اصلاح کرنے کی جو ہماری جو ڈیوٹی اللہ نے اور قبلہ حضرت انصاری صاحبؒ نے لگائی ہے وہ بھی کرنی ہے۔ اس لیے ہمیں نہایت سنجیدگی سے اب اس طرف توجہ دینی چاہیے اپنی اصلاح بہر حال مقدم ہے مگر ہم اپنے گھر والوں، پڑوسیوں، عزیز و اقارب، دوست احباب تک بھی اللہ کی یہ دعوت پہنچانے کے مکلّف ہیں۔ تو اس کام کے لیے کل کا انتظار کیوں کریں؟ آج ہی اپنی اور اس کے بعد دوسروں کی اصلاح شروع کریں۔ بانی سلسلہؒ نے فرمایا ہے کہ "اگر تمہارے ذریعے ایک بھی فرد کی اصلاح ہو گئی تو سمجھو کہ جنت کا پروانہ مل گیا"۔

بھائیو! ہمارے پاس رہنمائی کے لیے بہت کچھ ہے، شرط صرف عمل کی ہے اور آج عمل کی جس قدر شدت سے ضرورت ہے شاید اور کسی چیز کی نہیں۔ لہٰذا آج یہ فیصلہ کریں کہ جو وقت ہم نے غفلت یا سستی میں گزار دیا اس پر اللہ سے معافی مانگ لیں اور آئندہ کے لیے سلسلہ کی تعلیم پر پوری طرح عمل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیں اور آج سے شروع ہونے والے سال کو عمل کے سال کے طور پر منائیں تا کہ اللہ جب ہمیں اگلے سال پھر یہاں جمع ہونے کا موقع دے تو ہم اپنے آپ میں، اور سب ایک دوسرے میں واضح تبدیلی محسوس کریں

اب میں قبلہ ڈار صاحبؒ کی کتاب ''مقصودحیات'' سے اقتباس پیش کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔جس میں انہوں نے سلسلے کے قیام کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی ہے۔

''میرے پیارے بھائیو اور جان سے عزیز بیٹو! ہمارے ہادی ومرشد حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد قرآن وسنت کے اصولوں کے مطابق رکھی اور اسکی مکمل تعلیم اور متعلقہ قواعد وضوابط بڑی تفصیل کے ساتھ ''تعمیر ملت''، ''چراغ راہ'' ''اور طریقت توحیدیہ'' میں درج فرما دیے۔آپؒ نے اصلاح کا یہی طریقہ تلقین فرمایا کہ سلسلے میں شامل ہر بھائی پہلے اسلام کے بنیادی فرائض کی پابندی کے علاوہ ذکر نفی اثبات اور پاس انفاس کے ذریعے قلب کو بیدار اور صاف کرے اور اس کے ساتھ ہی غصہ ونفرت کی مکمل نفی کر کے عالمگیر محبت اور صداقت کے ذریعے اپنے اخلاق و کردار کا تزکیہ کرے۔ اس تعلیم پر عمل کرنے سے جب اللہ کے فضل وکرم کے طفیل دل میں مطلوبہ روحانی قوت اور جذب کی قوت پیدا ہو جائے تو پھر قلبی توجہ اور روحانی فیض کے ذریعے اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کے کام میں لگ جائیں۔ ہمارے سلسلے میں روحانی طاقت اسلئے حاصل نہیں کی جاتی کہ شعبدے وکرامات دکھائی جائیں یا بیماریوں کا علاج کر کے پیسے بٹورے جائیں۔ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ سب سے عظیم کام جو اس طاقت سے لیا جا سکتا ہے وہ ایک بگڑے ہوئے معاشرے اور ایک بدکردار انسان کی اصلاح ہے کہ اس کے سارے عیب چھڑا کر، اُسے پکا مومن اور دیانتدار شہری بنا دیا جائے تاکہ اس کی دنیا وآخرت دونوں سدھر جائیں ۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر وثواب کے لحاظ سے بھی اتنا اعلیٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کے توسط سے کسی ایک آدمی کی بھی اصلاح ہو جائے تو یہ امر دنیا کے ہر اس سازوسامان سے زیادہ بہتر ہے جس پر سورج طلوع وغروب ہوتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضورﷺ نے فرمایا کہ تمہارے توسط سے ایک آدمی کا ایمان لے آنا سترا ونٹوں کی دولت سے بھی بہتر ہے۔

برادران کرام! اللہ تعالیٰ اور رسول اللہﷺ کے جو فرمودات بیان کیے گئے ہیں ان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کریم اور دین مبین کا محور انسان کی اصلاح ہے اور سلسلہ توحیدیہ کے قیام کا بھی یہی مقصد ہے۔ اس لیے ہر توحیدی فقیر کو چاہیے کہ اس مقدس فریضہ کو پہلے سے بھی زیادہ عزم و ہمت اور محبت و محنت سے سرانجام دے۔ ہر بھائی سال میں اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک مسلمان بھائی کی اصلاح کر کے اسے صوم وصلوٰۃ کا پابند اور پکا مومن بنا دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام کرنے والے بندوں کی ضرور مدد فرماتے ہیں اس سے بڑی نیکی اور اچھا کام کوئی نہیں کہ انسانوں کو اللہ کی راہ پر لگا دیا جائے''۔

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام!

خادم الخدام

محمد یعقوب توحیدی

مرکز تعمیر ملت ۱۸ اپریل ۲۰۱۵ء

دُعا

یا ربّ دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے
جو قلب کو گرما دے ، جو روح کو تڑپا دے

پھر وادئ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے ، پھر ذوقِ تقاضا دے

محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے ،اوروں کو بھی دِکھلا دے

بھٹکے ہوئے آہو کو ، پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو ، پھر وسعت صحرا دے

پیدا دلِ ویراں میں ، پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو ، پھر شاہدِ لیلہ دے

اِس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبّت دے ، جو چاند کو شرما دے

رِفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر
خود داریٔ ساحل دے ، آزادیٔ دریا دے

بے لوث محبّت ہو ، بیباک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر ، دل صورتِ بینا دے

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
اِمروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں ، محتاج کو داتا دے

(علامہ محمد اقبالؒ)

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

محبت

صداقت

اللہ

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

اندر سے محرمِ راز ہوں اور باہر سے بیگانے

اس رَوش کے کم ملیں گے دنیا میں دیوانے